تیرا نقشِ قدم دیکھتے ہیں

سوانحِ حیات

علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمۃ اللہ علیہ

از قلم

ابوبکر قدوسی

مکتبہ قدوسیہ

پر انہی کی خبروں سے بھرا ہوا تھا۔

''علامہ احسان الٰہی ظہیر''

خبر تو شائع ہوگئی پر مزہ نہ آیا۔ حافظ احسان الٰہی کو تو شاید آیا ہو لیکن پروفیسر مشتاق کو نہ آیا۔ کہنے لگے ''یار کوئی سابقہ لاحقہ تو ہونا چاہیے نا'' پھر خود ہی اگلی خبر بنائی جس پر اضافہ تھا ''علامہ احسان الٰہی ظہیر نے یوں کہا۔'' اسی طرح ایک دوست کے ہاتھوں سب سے پہلے علامہ کہلائے۔ اور پھر بات یہاں تک پہنچی کہ پاکستان کے صف اول کے صحافی جناب مجیب الرحمٰن شامی کے بقول کم از کم ''پنجاب میں جب یوں کہا جاتا کہ علامہ صاحب تو اس سے مراد احسان الٰہی ظہیر ہی ہوتے۔''

اگلی خبر بھی جاری کر دی گئی لیکن اخباری نمائندے ملک امتیاز نے ایک اضافہ اپنی طرف سے بھی کر دیا۔ جب اگلی خبر اخبار میں شائع ہوئی تو عنوان یوں تھا ''ممتاز عالم دین علامہ احسان الٰہی ظہیر نے کہا......'' اب اخبار تھامے سارے دوست ''انجوائے'' کر رہے تھے اور الفاظ ''ممتاز عالم دین'' پر حاشیہ آرائی کی جارہی تھی۔

اب آخر میں نکتے کی بات کہوں کہ جب یہ سارا کچھ ہو رہا تھا تب علامہ کی عمر محض بیس برس تھی اور وہ ایک عام کاروباری آدمی کے بیٹے تھے۔ تعلیم و تعلم کا خاندانی پس منظر تھا نہ ہی سیاسی۔

علامہ کی پٹائی ہوگئی

پھوپھو حمیدہ بتاتی ہیں کہ غضب تو اس روز ہوا جب ایک اخبار میں علامہ باتصویر مسکرا رہے تھے اور کسی ستم ظریف نے حاجی ظہور الٰہی صاحب کے حضور وہ اخبار مع مرچ مصالحہ بلکہ بارہ مصالحوں کے ساتھ پیش کر دی۔ یہ تو بہت بڑی جسارت تھی اور حاجی صاحب کے نظریات کے یکسر خلاف تھی۔ اس خبر پر علامہ کی پٹائی ہوگئی۔ لیکن غالب نے کہا: ؏

رکتی ہے میری طبع تو ہوتی ہے رواں اور

مدینہ یونیورسٹی میں

زندگی میں کچھ مزہ نہیں آ رہا تھا۔ یہاں پاکستان میں رہتے ہوئے جو ہوسکتا تھا وہ تو حافظ احسان الٰہی ظہیر نے کرلیا تھا۔ کچھ مزید ہونا چاہیے، کہیں آگے کی جستجو تھی۔ ان دنوں بہت ہی محدود تعداد میں طالب علم مدینہ یونیورسٹی جانے لگے تھے۔ لیکن کوئی ایسا شور نہیں اٹھا تھا۔ البتہ مدارس کے طالب علموں میں اس کا شہرہ ہو رہا تھا۔ ایک آدھ مدرسے کا مدینہ یونیورسٹی سے "معادلہ" طے پا چکا تھا اور باقاعدہ طالب علم جانا شروع ہو چکے تھے۔ 1962ء میں جو طالب علم چنے گئے اور ان کا داخلہ مدینہ یونیورسٹی میں ہوا، ان میں میرے والد مکرم مولانا عبدالخالق قدوسی بھی شامل تھے۔ لیکن ان کے استاد محترم مولانا محمد اسماعیل سلفی نے ان کے گوجرانوالہ آنے پر اصرار کیا اور وہ اس حکم کو ٹال نہ سکے اور مدینہ یونیورسٹی جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ 1963ء میں مدینہ یونیورسٹی کے لیے جن طالب علموں نے پاکستان سے جانا تھا، جا چکے تھے۔ داخلے کا عمل مکمل ہو چکا تھا کہ حافظ احسان الٰہی ظہیر نے مدینہ یونیورسٹی داخلے کی ٹھان لی۔ ویزا لگوایا اور براستہ سڑک ہی سعودی عرب کے لیے چل نکلے۔ ایران اور شام سے ہوتے ہوئے سعودی عرب پہنچ گئے۔

maktabaquddusia.com
CamScanner

کہا کہ میں B گروپ میں داخلہ نہیں لوں گا کیونکہ اس سے ''پاکستانیت'' کی توہین ہوتی ہے کہ وہاں ٹیلنٹ نہیں۔ چنانچہ علامہ صاحب نے کہا ''میرا انٹرویو کیا جائے اگر میں انٹرویو میں کامیاب ہو گیا تو مجھے A سیکشن میں داخلہ دے دیا جائے ورنہ میں یونیورسٹی میں داخلہ نہیں لوں گا۔ ان دنوں مدینہ یونیورسٹی کا معیار بہت بلند تھا۔ چنانچہ یونیورسٹی کا بورڈ تشکیل دیا گیا۔ انٹرویو کے بعد علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کو اپنی علمی قابلیت اور لیاقت کی بنا پر A سیکشن میں داخلہ دیا گیا۔ وہ واحد اور پہلے پاکستانی تھے۔ جن کو ان کی قابلیت کی بنا پر A گروپ میں داخلہ دیا گیا۔'' ❶

اس طرح حافظ احسان الٰہی ظہیر کے مدینہ یونیورسٹی میں داخلے کا عمل مکمل ہوا۔ یہ سارا واقعہ 1963ء کا ہے۔

مدینہ یونیورسٹی میں علامہ کے اساتذہ

مدینہ یونیورسٹی میں ان دنوں تعلیم کا نہایت اعلیٰ اور ارفع ماحول تھا اور کیوں نہ ہوتا طالب علموں پر نظر کریں تو کتنے بلند نام نظر آتے ہیں اور اساتذہ پر نگاہ دوڑائیں تو وہ بھی ایک سے بڑھ کر ایک۔

۱۔ شیخ محمد امین شنقیطی
۲۔ شیخ ناصر الدین البانی
۳۔ شیخ محمد عبدالوہاب البنا
۴۔ شیخ عطیہ محمد سالم
۵۔ شیخ ابوبکر جابر الجزائری
۶۔ شیخ عبداللہ بن عبدالعزیز بن باز

---

❶ الاخوۃ، لاہور۔ مقالہ از عبدالقیوم ظہیر۔

maktabaquddusia.com
CamScanner